ایران ۔ "اسلامی جمہوریہ کا دورِ ثانی" (۱۰)

بینر فورتنگ*

خلیجی جنگ کے خاتمے کے بعد اکثر تحریروں میں یہ نظریہ پیش کیا جانے لگا تھا کہ ۱۹۸۹ء میں آیت اللہ خمینی کی وفات کے بعد ایران میں جوش و جذبے کا دور ختم ہوا اور عملیت پسندی کا دور شروع ہوا، جسے "اسلامی جمہوریہ کا دور ثانی" کہا جاتا ہے۔ یہ نظریہ رچرڈ کوٹم اور شیریں ہنٹر کا ہے۔ انوشیرواں احتشامی اور جرٹ نون مان کا خیال ہے کہ ۱۹۸۹ء میں رفسنجانی کے ایرانی افواج کے کماندار اعلیٰ کے طور پر تقرر سے اس دورِ ثانی کا آغاز ہو گیا تھا۔ اس کے برعکس سمیرار جمند جیسے بعض تجزیہ نگاروں نے بعداز انقلاب ایران کی تاریخ کو مختلف بنیادوں پر الگ الگ ادوار میں تقسیم کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کے خیال میں پہلے دوسال اعتدال پسندی اور دوسرے دوسال بنیاد پرستی یا انتہا پسندی کا غلبہ رہا۔ اس کے بعد ایک دفعہ پھر اعتدال پسندی کا دور لوٹ آیا۔ اوڈو شٹین باخ کا خیال ہے کہ ہر انقلابی اسلامی حکومت کو درپیش صورت حال سے مطابقت پیدا کرنا پڑتی ہے، اس لئے جلد بازی میں کوئی نتیجہ اخذ نہیں کرنا چاہیے۔

برطانوی مدبر، ڈیسمونڈہارنے کی رائے میں "خمینی کی بالادستی" کو دوام حاصل ہے اور آیت اللہ خمینی کی شخصیت کا ایرانی ریاست پر گہرا اور دیرپا نقش موجود ہے، اور رہے گا۔ اگرچہ اس کے اظہار کی صورت تبدیل ہو سکتی ہے۔

بعض لوگوں کا اندازہ تھا کہ آیت اللہ خمینی کے بعد اہل مذہب کا آپس کا اختلاف رائے سیاسی انتشار پر منتج ہو جائے گا۔ لیکن یہ بات مشاہدے میں آئی ہے کہ جب بھی مذہبی رہنماؤں کے مابین کوئی نزاع پیدا ہوتا ہے مشترکہ خطرے کے پیش نظر وہ کسی نہ کسی طرح اپنے اختلافات ختم کر لیتے ہیں۔ جو اختلافات پیدا ہوتے رہے ہیں ان میں : شریک اقتدار اور خارج از اقتدار گروہوں کے مابین اختلافات، مشہدی اور قمی علماء کے مابین اختلافات اور اعتدال پسند اور انتہا پسند طبقات کے مابین اختلافات کی نشان دہی کی جا سکتی ہے۔ آیت اللہ خمینی نے دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے کوشش کی کہ کسی نہ کسی طرح ان سب طبقات اور نقطہ ہائے نظر کے لوگوں کو

---

*Henner Furting, Journal of South Asian and Middle Eastern Studies, Spring 1997

(تلخیص : پروفیسر نیاز عرفان)

تھوڑا بہت حکومتی فیصلوں میں شریک رکھا جائے۔

اس بات کا فیصلہ کرنے کے لیے کہ آیا "اسلامی" جمہوریہ کا دور ثانی وقوع پذیر ہوا یا نہیں مذہبی طبقوں کے آپس کے ان اختلافات کا جائزہ لینا پڑے گا۔

آیت اللہ خمینی کی وفات کے بعد (شیعہ) علماء میں اقتدار کی تقسیم

ایران میں (شیعہ) علماء کے آپس کے اختلافات کا اظہار مجلس شوریٰ کے اجتماعات میں ہوتا ہے۔ مجلس شوریٰ کے مباحث کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ معاشرے میں دو گروہ یا نقطہ ہائے نظر موجود ہیں۔ اول "جمعیت روحانیت مبارز" اور دوم "انجمن روحانیت مبارز"۔ پہلا گروہ جامعہ قم کے اساتذہ' ماہرین' تہران بازار کے تاجروں اور اعلیٰ متوسط طبقے کے لوگوں پر مشتمل ہے۔ یہ گروہ صدر رفسنجانی کا حامی رہا ہے۔ دوسرا گروہ جسے "انتہا پسند" سمجھا جاتا ہے' آیت اللہ خمینی کے پیروکار طلبہ' "اسلامی جمعیت اساتذہ" خانہ کاریگراں' وغیرہ پر مشتمل ہے۔ احمد خمینی اس کے نمائندہ تھے۔ یہ گروہ انقلاب کے بنیادی نظریات سے سرمو انحراف کے بھی خلاف تھا۔

ایران کی داخلہ حکمت عملی کے نئے رخ

آیت اللہ خمینی کی وفات کے بعد رفسنجانی کا گروہ غالب آگیا اور بہت سے مخالف وزرا کو کابینہ سے فارغ کر دیا گیا۔ تخصیصی وزارتوں پر ماہرین کو لگایا گیا۔ ۱۹۹۲ء کے انتخابات میں دوسرے گروہ "انجمن روحانیت مبارز" کے بہت سے امیدواروں نے اپنی نشستیں گنوادیں۔ رفسنجانی کے ہم خیال امیدواروں نے ۷۰ فیصد نشستیں حاصل کر لیں۔ ان انتخابات کے بعد بننے والی پارلیمان میں رفسنجانی گروہ کے حمایت یافتہ ایک امید وار آیت اللہ ناطق نوری کو سپیکر منتخب کر لیا گیا۔ اس گروہ میں لاریجانی اور روزنامہ "اطلاعات" کے مدیر اور آیت اللہ کرمانی جیسے موقر لوگ شامل تھے جو معقولیت اور اعتدال پسندی کا پرچار کرتے تھے۔

۲۸ جولائی ۱۹۸۹ء کا آئینی استصواب

ایسے لگتا ہے کہ اعتدال پسند گروہ آیت اللہ خمینی کی موت کا منتظر تھا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ۳ جون ۱۹۸۹ء کو خمینی کی وفات ہوئی اور ابھی دوماہ بھی نہیں گزرے تھے کہ ۲۸ جولائی کو آئینی استصواب منعقد کروادیا گیا۔ جس میں اعتدال پسندوں کی منظوری لے کر آئین میں بعض ترامیم کروالی گئیں۔ اس طرح اس گروہ نے اپنی مستقل حفاظت کا انتظام کر لیا۔ اب سوال پیدا

ہوتا ہے کہ کیا اس تبدیلی کو "اسلامی جمہوریہ کا دور ثانی" کہا جاسکتا ہے؟ اس کا جواب تجزیہ نگار نے نفی میں دیا ہے۔ اس کی دلیل یہ دی گئی ہے کہ خود آیت اللہ خمینی نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں لچکدار رویہ اختیار کرتے ہوئے خامنائی اور رفسنجانی کے ایما پر ایران - عراق جنگ میں جنگ بندی کرنے کے بارے میں سلامتی کونسل کی قرار داد قبول کرلی تھی۔ حالانکہ اس سے پیشتر وہ اس سے انکار کرتے آرہے تھے۔

۱۹۷۹ء میں تیار کردہ پہلے آئین میں فقیہہ کو کلی اختیارات دے کر (شیعہ) علماء کے اقتدار کو استقلال اور دوام بخشنے کا بندوبست کیا گیا تھا۔ جبکہ صدر کے اختیارات محدود رکھے گئے تھے کیونکہ اس وقت سوچ یہ تھی کہ ایک مضبوط صدر کسی وقت بھی آمر بن سکتا ہے۔ گو آئین میں صدر کو وزیر اعظم اور کابینہ کی نامزدگی کا اختیار تھا لیکن اس کی منظوری پارلیمان سے لینا لازمی تھی۔ پہلا صدر' بنی صدر' طبقہ (شیعہ) علماء میں سے نہیں تھا۔ اس نے زیادہ اختیارات استعمال اور حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اس بنا پر اسے ہٹا کر ۱۹۸۱ء میں خامنائی کو صدر بنا دیا گیا جو صدر کے مقابلے میں فقیہہ کی برتر حیثیت کا حامی تھا۔ لیکن وہ بھی انتظامیہ' عدلیہ اور مجلس نگراناں کے درمیان اختیارات کے تنازع کو حل نہ کر سکا۔ طبقہ علماء کا پلہ قدرے بھاری تھا۔ اپنی موت سے ایک سال پیشتر ۱۹۸۸ء میں آیت اللہ خمینی نے ۱۷۰ ارکان پارلیمان کی درخواست پر اس نزاع کو حل کرنے کے لیے آیت اللہ مسکینی کی سربراہی میں ایک ماموریہ قائم کیا۔ وجہ یہ تھی کہ آئینی ترمیم کے لئے خود آئین میں کوئی طریق کار طے نہیں کیا گیا تھا۔ یہ اختیار بطور فقیہہ صرف آیت اللہ خمینی کو حاصل تھا۔ ترمیم کے سلسلے میں خود آیت اللہ خمینی نے ماموریہ کو تفصیلی ہدایات دیں۔ چنانچہ جو آئینی ترمیمات ۲۸ جولائی ۱۹۸۹ کو استصواب کے ذریعے کی گئیں' وہ انہی ہدایات کی روشنی میں تیار کردہ سفارشات کا نتیجہ تھیں۔

آئینی ترمیم کے بعد فقیہہ کی حیثیت

مذکورہ آئینی ترمیم کی ایک اہم خصوصیت یہ تھی کہ اس کے ذریعے صدر کے اختیارات میں اضافہ کرکے اسے مزید انتظامی اختیارات تفویض کئے گئے' جس کا مطلب یہ تھا کہ فقیہہ کے کچھ اختیارات کم ہو گئے۔ اس سے پیشتر عام خیال یہ تھا کہ ایسا خمینی کی موت پر ہی ممکن تھا۔ تاہم آیت اللہ خمینی ہی کے ایما پر فقیہہ کے کچھ اختیارات کم کرکے صدر کو دیے گئے۔ انہوں نے ایک گہری تدبیر یہ کی کہ آئین میں (آئندہ کے) فقیہہ کے اوصاف بھی بیان کروا دیے (جو دراصل

خود آیت اللہ خمینی پر صادق آتے تھے جو ریاست میں طاقت کا اصل منبع تھے) ایسا کرتے وقت ان کے ذہن میں غالباً" خامنائی کی شخصیت بھی تھی۔

موت سے پہلے اپنی وصیت میں آیت اللہ خمینی نے بالاخر اس امر کی منظوری دے دی تھی کہ فقیہہ "مرجع التقلید" نہیں ہوگا۔ نیز معتدل مزاج رفسنجانی کی صدارت کو زیادہ باختیار بنا دیا گیا۔ اس کے باوجود آیت اللہ خمینی کی زندگی میں یہ ابہام موجود رہا کہ آیا صدر فقیہہ سے بالاتر ہوگا یا اس کے ماتحت ہوگا۔ ابہام کی ایک وجہ یہ تھی کہ فقیہہ کے "مرجع التقلید" نہ ہونے کے باوجود آئین کے آرٹیکل ۱۱۳ اور ۱۲۲ کے تحت اسے اختیار مطلق حاصل تھا اور صدر کے لئے ضروری تھا کہ بعض معاملات میں وہ فقیہہ سے رجوع کرے۔

آیت اللہ خمینی کی وفات پر آیت اللہ خامنائی کو فقیہہ بنایا گیا۔ لیکن ان کو صرف سیاسی اختیارات حاصل ہو سکے۔ جبکہ آیت اللہ اراکی کو مذہبی اختیارات تفویض ہوئے۔ اس طرح فقیہہ کے اختیارات کے معاملے میں ابہام باقی رہا۔ رفسنجانی نے صدر بننے کے بعد معاملات پر بہتر کنٹرول حاصل کرنے کی کوشش کی۔ پاسداران اور پولیس کی کمان یکجا کر دی گئی (اس کے باوجود پاسداراں سب پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے کوشاں رہتے ہیں)

مخالفین کی صف بندی

صدر رفسنجانی اور انتہا پسندوں کے مابین پارلیمان میں کھینچا تانی موجود رہی' صدر کو پارلیمان کے اندر اور باہر مخالفین تنقید کا نشانہ بناتے رہے۔ ۱۹۹۱ء میں رفسنجانی نے اپنے عہدے سے مستعفی ہونے کی پیش کش بھی کی تھی لیکن معاملات جوں کے توں چلتے رہے۔

صرف سیاسی فقیہہ ہونے کی بنا پر خامنائی کو بہت سے ملکی مسائل کے لیے تنقید کا نشانہ بننا پڑا۔ کئی لوگ ان کے مقابلے میں آیت اللہ منتظری کو فقیہہ بنانا چاہتے تھے۔ چونکہ خامنائی اور رفسنجانی کا تعلق ایک ہی گروہ سے تھا اس لئے ان حالات میں رفسنجانی کا مضبوط صدر ہونا خامنائی کی ضرورت تھا۔ خامنائی صدر رفسنجانی کی بھرپور پشت پناہی کر رہے تھے

آتش زنی اور قتل و غارت کے ذریعے فدائین اسلام جیسے دہشت پسند مخالفین رفسنجانی کی حکومت کے لئے خطرہ بنے ہوئے تھے۔ انہوں نے خود رفسنجانی کو بھی اپنی ہٹ لسٹ پر رکھا ہوا تھا۔ مخالفت کا نتیجہ یہ نکلا کہ ۱۹۹۳ء کے انتخابات میں رفسنجانی کو صرف ۶۳ء۲ فیصد ووٹ ملے جبکہ ۱۹۸۹ میں ۹۵ء۹ فیصد ووٹ ملے تھے۔ ووٹروں کا تناسب بھی گھٹ کر صرف ۵۶ فیصد رہ گیا

تھا۔ یہ کشمکش مستقلاً" چلتی رہی۔

اقتصادی راستے کے بارے میں استدلال

انقلاب کے بعد ابتدائی افراتفری کم ہوئی تو معاشی خوشحالی کا خواب شرمندہ تعبیر ہونے کی امید پیدا ہوئی۔ لیکن بد قسمتی یہ ہوئی کہ عراق کے خلاف جنگ شروع ہوگئی۔ جس میں ۵۹۲ بلین ڈالر کا نقصان ہوگیا۔ آیت اللہ خمینی کی اپیل پر لوگ اس امید پر صبر سے معاشی مشکلات برداشت کرتے رہے کہ جنگ کے خاتمے پر خوشحالی آجائیگی۔ ۱۹۸۸ء میں جنگ تو ختم ہوگئی لیکن معاشی تنگی میں خاتمے کے کوئی آثار پیدا نہ ہوئے۔ ۱۹۸۹ء میں آیت اللہ خمینی کی وفات کے بعد کوئی بھی شخص لوگوں کو مزید صبر کرنے پر آمادہ کرنے کی پوزیشن میں نہ تھا۔ صدر رفسنجانی کو تکلیف دہ صورت حال درپیش تھی۔ غلام رضا مصباحی نے اس صورت حال کو حوصلہ شکن قرار دیا۔ لیکن مسئلے کا کوئی حل پیش نہ کیا۔

رفسنجانی کی اقتصادی پالیسی

ایران کی تقریباً" ۲۵ فیصد آبادی "خط افلاس" سے بھی نیچے کی سطح پر زندگی بسر کر رہی تھی۔ لہٰذا آیت اللہ خمینی نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں صدر رفسنجانی کو اپنی اقتصادی پالیسی رو بہ عمل لانے کے لئے حوصلہ افزائی کی۔ لہٰذا رفسنجانی نے نجکاری' غیر ملکی قرضوں اور خصوصاً" صنعتوں میں سرمایہ کاری کے ذریعے اقتصادی خوش حالی لانے کی کوشش کی۔

اس سلسلے میں(سابق وزیر بھاری صنعت) بہزاد نبوی نے کافی تگ و دو کی۔ خلیج فارس میں واقع جزیرہ قیش میں نجی سرمایہ کاری کا علاقہ قائم کرکے اور قوانین میں نرمی پیدا کرکے بیرونی سرمایہ کاروں کو راغب کرنے کی کوشش کی گئی۔ نیز باہر بیٹھے مختلف شعبوں کے ماہرین کو پرکشش مشاہرے پیش کئے گئے تاکہ ملک ان کی مہارتوں سے استفادہ کر سکے۔

اقتصادی جوابی حملے

صدر رفسنجانی کے مذکورہ پروگرام کی انتہا پسند مذہبی حلقوں کی طرف سے سخت مخالفت ہوئی' جس میں سابقہ وزیر داخلہ محتشمی پیش پیش تھا۔ جس نے بیرونی سرمایہ کاری اور مہارت کی درآمد کو ایرانی اقدار اور وقار کے لئے تباہ کن اوراس کی حمایت کو غداری قرار دیا۔ مخالفین نے ملکی وسائل' ملکی ماہرین اور بہبود کے کاموں کو توجہ کا مرکز بنانے پر زور دیا۔ اقتصادی بد حالی اور

افلاس سے تنگ آکر ۱۹۹۰ء میں اور بعد ازاں ۱۹۹۲ء میں دو دفعہ بھوک کے خلاف لوگوں نے سڑکوں پر مظاہرے کئے۔ مشہد اور تہران میں مظاہرین پر تشدد بھی ہوا جن میں کچھ جانیں ضائع ہوگئیں۔

ایران میں ابتدائی نوعیت کے بہبود کے کام ہوتے رہے ہیں۔ افراط زر بہت زیادہ رہا ہے۔ غربا کی مدد کے لئے جمعے کے روز مساجد سے "بہبود کوپن" تقسیم کیے جانے لگے۔ لیکن ان سے صرف چند خاندانوں کی کفالت ہو سکتی تھی۔ انقلاب کے بعد شروع کے دنوں میں آمدنیوں میں فرق کم تھا۔ لیکن ۱۹۸۴ء کے بعد یہ فرق مسلسل بڑھتا رہا جس سے افلاس میں اضافہ ہوتا رہا۔ جبکہ (بقول میر عالی نگاران دہ) دولت چند(۳۰۰۰) خاندانوں میں سمٹ گئی۔ اس کا نتیجہ ہوا یہ کہ پارلیمان میں صدر رفسنجانی کے حامیوں کی تعداد کم ہوگئی اور جو حامی رہ گئے وہ بھی اس کی حمایت نیم دلی سے کرتے تھے۔

ایران - عراق جنگ کے نتیجے میں ایران آہستہ آہستہ قرضوں کے بوجھ تلے دبتا چلا گیا۔ ۱۹۹۳ء تک ایران جرمن، فرانسیسی اور جاپانی سرمایہ کاروں کا ۳ بلین ڈالر کا اور مجموعی طور پر ۱۷ بلین ڈالر کا مقروض ہو چکا تھا۔ ستم بالائے ستم یہ کہ تیل کی برآمد گھٹ جانے کی بناپر ملک انتہائی معاشی بدحالی کا شکار ہو گیا۔ صنعتیں مفلوج ہوگئیں اور زرعی پیداوار کم ہوگئی۔ چنانچہ ۹۳ - ۱۹۹۲ میں ۴ بلین ڈالر کی گندم اور ۵ء۱ بلین کی ڈیری کی اشیا درآمد کرنا پڑیں۔ اقتصادی ماہرین کے اندازے کے مطابق موجودہ (۹۰ کے) عشرے کے اختتام تک ایران کو اپنی تیل کی کل آمدنی خوراک کی درآمد پر خرچ کرنا پڑے گی۔

مصالحتی پیشکشیں

مشکلات میں گھرے صدر رفسنجانی کو مخالفین کو رام کرنے کے لئے مصالحتی رویہ اختیار کرنا پڑا۔ چنانچہ اس نے "خود کفائی" اور "تعدیل" (توازن) کی پالیسی اپنانے اور بھاری صنعتوں کو سرکاری شعبے میں رکھنے کا اعلان کیا۔ پہلے پنج سالہ منصوبے کی ناکامی پر دوسرے پنج سالہ منصوبے میں بیرونی قرضوں اور نجکاری سے احتراز کی پالیسی کا عندیہ بھی دے دیا۔ کچھ ناقدین کا خیال ہے کہ مجبوری کے تحت بنائی گئی اقتصادی پالیسی زیادہ نتیجہ خیز نہیں ہو سکتی اور یوں اقتصادی لحاظ سے "اسلامی" جمہوریہ ایران کے دور ثانی کے اس کے دور اول سے زیادہ مختلف اور بہتر ہونے کی توقع نہیں کی جاسکتی۔

خاتمہ کلام

آیت اللہ خمینی کے آخری ایام کی سیاسی سرگرمیوں سے ان کی اس خواہش کا پتہ چلتا ہے کہ اس کے منظر سے ہٹ جانے کے بعد بھی "اسلامی" ریاست کا تصور قائم رہے۔ اسی لئے انہوں نے آخری دنوں میں اپنے جذباتی پیرو کاروں کی بجائے عقلیت پسند عناصر کی زیادہ حوصلہ افزائی کی۔ شاید اسی پالیسی کے نتیجے کے طور پر ان کی وفات کے سات سال بعد بھی "اسلامی" ریاست اپنی بنیاد پر قائم رہی اور انتقال اقتدار بھی ہوتا رہا۔

ایران کے بارے میں اکثر مغربی تصنیفات میں "اسلامی" ریاست کے دور ثانی کا ذکر ہوتا ہے گویا کہ انقلاب کے نتیجے میں قائم شدہ ریاست کے کردار میں کوئی بنیادی تبدیلی واقع ہوگئی ہو۔ درحقیقت ایسا نہیں ہے ۔ایرانی ریاست کی نشوونما کے جائزے کے لئے مغربی سیاسی معیارات کا استعمال صحیح نہیں ہے۔ مغربی تجزیہ نگار اس حقیقت کو فراموش کر جاتے ہیں کہ ایرانی ریاست اور قیادت کا جواز (شیعی) "اسلام" اور خمینی کے ورثے کا مرہون منت ہے۔ سیاسی تبدیلیوں کے باوجود ریاست کی اساس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

ایک مفروضہ یہ بھی ہے کہ آیت اللہ خمینی کی طرف سے رفسنجانی کی حمایت دراصل نئی جمہوریہ کو استحکام بخشنے کی ایک تدبیر تھی۔ انقلاب کے چند سال بعد عقلیت پسند اور آزاد خیال عناصر کا ظہور خود خمینی کے منصوبے کا حصہ تھا اور اس سے انقلاب کی اساس متاثر نہیں ہوئی۔ انقلاب ایران برآمد کرنے (یعنی دوسرے اسلامی ممالک میں اس مخصوص عقیدے کی حکومتیں قائم کرنے) کے بارے میں گفتگو کرتے وقت یہ بات ذہن میں رکھیے کہ ۱۷۸۹ء کے انقلاب فرانس اور ۱۹۱۷ء کے سوویت انقلاب دونوں میں انقلاب کو ملکی حدود سے باہر پھیلانے کا تصور موجود تھا اور سوویت انقلاب کو اپنی سرحدوں سے باہر پھیلنے میں تیس (۳۰) سال کا عرصہ لگا تھا۔ (ایرانی انقلاب کی برآمد کب ہوگئی؟ اس کا انتظار کرنا پڑے گا)

اگر صدر رفسنجانی کی حکومت گھمبیر معاشی مسائل کو حل کرنے میں ناکام رہتی ہے تو "اسلامی" جمہوریہ کے کردار کے بارے میں کوئی رائے قائم کرنا مشکل ہوگا۔ اس صورت میں دو امکانات ہیں یعنی یا تو اس کے مذہبی مخالفین غالب آنے کی کوشش کریں گے' یا پھر انقلاب کے بعد ملک بدر کئے جانے والے عناصر مل کر کوئی انتقامی کارروائی کریں گے۔ بہر حال ابھی کچھ کہنا قبل از وقت ہوگا۔